۱۲- نظریۂ مساوات | نظریہ مساوات اسلامی شریعت کا ایک ایسا مابہ الامتیاز ہے، جو ابتدا ہی سے پوری وضاحت اور قطعیت کے ساتھ اس میں پایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ۔ (الحجرات - ۱۳)

"اے آدمیو! ہم نے تم کو بنایا ایک مرد اور ایک عورت سے اور رکھیں تمھاری ذاتیں اور قبیلے تاکہ تمہاری پہچان ہو۔ عزت اللہ کے یہاں اسی کو بڑی، جس کو ادب بڑا"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حقیقت ان الفاظ میں پیش فرمائی ہے:۔

الناس سواسیة کاسنان المشط الواحد لا فضل لعربی علی عجمی الا بالتقویٰ۔

"تمام انسان کنگھی کے دانتوں کی طرح برابر ہیں۔ کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں، مگر یہ کہ تقویٰ کی بنیاد پر"

ان ہی معنی میں آپ کا ایک اور قول ہے۔

ان اللہ قد اذھب بالاسلام نخوة الجاھلیة وتفاخرھم بآبائھم لان الناس من آدم وآدم من تراب واکرمھم عند اللہ اتقاھم۔

اللہ تعالیٰ نے اسلام میں جاہلیت کے غرور اور آباء پر فخر کو سرے سے ختم فرما دیا ہے۔ اس لیے کہ تمام انسان آدم سے ہیں اور آدم مٹی سے تھے۔ ان میں اللہ کے پاس اگر کوئی بزرگ قرار پا سکتا ہے تو وہ جو ان میں زیادہ متقی ہو۔

ان نصوص کے اعتبار سے مساوات مطلق طور پر فرض کی گئی ہے۔ اس میں کسی قسم کی کوئی قید یا استثنا نہیں۔ تمام انسانوں پر یا دوسرے الفاظ میں تمام دنیا پر اس نظریہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ نہ فرد کو فرد پر فضیلت حاصل ہے، نہ جماعت کو جماعت پر۔ نہ جنس کو جنس پر نہ رنگ کو رنگ پر۔ سید اور مسود، حاکم اور محکوم سب آپس میں برابر ہیں۔ ع

نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

نص قرآنی کے الفاظ پر غور کیجیے۔ وہ صاف صاف لوگوں کے سامنے یہ حقیقت رکھتی ہے کہ وہ سب خواہ مرد ہوں کہ عورت ایک ہی اصل سے پیدا ہوئے ہیں۔ جب اصل ایک ہے تو اختلاف کوئی معنی نہیں رکھتا۔ بلکہ اصل کی یہ یکسانیت ان کے درمیان کامل مساوات کی مقتضی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر نظر ڈالیے۔ کیسی صراحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ جب تمام انسان ایک ہی شخص سے تعلق نسبی رکھتے ہیں تو اصولی حیثیت سے آپس میں ہم مرتبہ ہیں۔ اور اس مساوات کی مثال ایسی ہے جیسی کنگھی کے دانے۔ جس طرح کنگھی کے دانے سب آپس میں برابر ہوتے ہیں، اسی طرح انسانوں کے درمیان بھی برتری اور کمتری کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

کامل و مکمل مساوات کا یہ نظریہ وحی الٰہی کی رہنمائی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے حالات میں اور ایسی قوم کے درمیان پیش فرمایا جس کی زندگی کی بنیاد ہی آپس میں فخر و غرور اور بڑائی جتانے پر تھی۔ مال و جاہ اور رنگ و نسل پر تفاخر کا جذبہ ان کے خمیر میں تھا۔ وہ اپنے سلسلۂ نسبی پر فخر کرتے تھے اور قبیلہ و جنس پر گھمنڈ ان کا شیوہ تھا۔ اس لحاظ سے اسلام کا یہ نظریۂ مساوات اس وقت کے اجتماعی حالات اور سوسائٹی کی ضروریات کی پیداوار نہیں تھا۔ بلکہ ایک طرف اگر سوسائٹی کو بلند سطح پر پہنچانے اور اسے ترقی کی راہ پر ڈالنے کی ضرورت اس کی محرک تھی تو دوسری طرف ایک کامل و مکمل اور دائمی شریعت کے مزاج کا بھی یہ تقاضا تھا کہ وہ ہر اعتبار سے مکمل اور سارے ہی اصول و نظریات کی حامل ہو۔

اس میں بھی کسی اختلاف کی گنجائش نہیں کہ نصوص کے الفاظ انتہائی درجہ عموم اور لچک اپنے اندر رکھتے ہیں۔ حالات کتنے ہی بدل جائیں اور زمان و مکان و اشخاص کے کتنے ہی تغیرات ہوں نصوص کے الفاظ ایسی وسعت کے حامل ہیں کہ ان ساری تبدیلیوں اور تغیرات کی ان میں گنجائش ہے۔ ایک دائمی شریعت میں چونکہ کسی تبدیلی و ترمیم کی گنجائش نہیں رکھی جا سکتی تھی اس لیے اس کی نصوص میں ایسی وسعت ضروری تھی۔

مساوات کا یہ نظریہ اسلامی شریعت میں کوئی تیرہ سو سال سے چلا آرہا ہے۔ لیکن قوانینِ موضوعہ میں اٹھارہویں صدی کے اواخر یا انیسویں صدی کے اوائل سے پہلے اس کا سراغ نہیں ملتا۔ اس لحاظ سے اسلامی شریعت نے مساوات کا یہ نظریہ قوانین موضوعہ سے کوئی گیارہ سو سال پہلے پیش کیا ہے۔ اور اب گیارہ سو سال بعد قوانین موضوعہ میں یہ نظر آیا ہے تو کوئی جدت نہیں ہوئی، نہ یہ ان قوانین کی کوئی قابلِ فخر خصوصیت ہے۔ بلکہ یہ تو واضح طور پر شریعت کی خوشہ چینی ہے۔ اس سے بڑھ کر عجیب حقیقت یہ ہے ـــــ جسے قارئین آگے چل کر محسوس کریں گے ـــــ کہ قوانینِ موضوعہ میں اس نظریہ کی تطبیق بہت محدود پیمانے پر ہوتی ہے۔ اس میں وسعت اور اطلاق کی ایسی شان نہیں جیسی کہ اسلامی شریعت میں ہے۔

۲۲۔ نظریہ مساواتِ مرد و زن | 'مساواتِ مرد و زن' کا یہ نظریہ دراصل اسلام کے 'عام نظریۂ مساوات' ہی کا ایک جز اور اسی کی تطبیق ہے۔ اس کی اہمیت کے لحاظ سے ہم نے اسے علیحدہ مستقل حیثیت دینی ضروری سمجھی، اور خصوصیت سے بیان کیا ہے۔ یوں بھی یہ شریعت کی رفعت و بلندی اور حقوق و فرائض کے تعین میں اس کی حکمت و عدالت کی واضح دلیل ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شارع نے کس طرح اصولِ عامہ کی ٹھیک ٹھیک تطبیق دی ہے۔ اور پھر یہ تطبیق صرف برائے تطبیق نہیں ہے بلکہ کوئی اصولی فائدہ یا کسی خاص نقصان کا دفع کرنا اس کے پیشِ نظر ہے۔

اسلامی شریعت کا عام قاعدہ یہ ہے کہ حقوق اور واجبات میں عورت مرد کے مساوی درجہ رکھتی ہے۔ اگر مرد کے کچھ حقوق ہیں تو عورت کے بھی کچھ حقوق ہیں۔ اگر مرد پر کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں تو عورت کے ذمہ بھی کچھ فرائض ہیں۔ جس طرح مرد عورت کے مقابلہ میں کچھ التزامات کا پابند ہے، اسی طرح عورت پر بھی مرد کے تعلق سے کچھ التزامات عائد ہوتے ہیں۔ مرد کے مقابلہ میں جو حق بھی وہ رکھتی ہے اس کے اعتبار سے کچھ فرائض بھی اس پر عائد ہوتے ہیں جو مرد کے تعلق سے اسے ادا کرنے چاہئیں۔ اسی طرح مرد بھی عورت کے مقابلہ میں جو حق رکھتا ہے

اس کے اعتبار سے اس کے ذمہ کچھ فرائض بھی ہیں جو عورت کے تعلق سے اسے انجام دینے ہوتے ہیں۔ یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا:۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ - (البقرہ : ۲۲۸)

"اور عورتوں کا بھی حق ہے جیسا کہ مردوں کا ان پر حق ہے، دستور کے موافق"

لیکن اسلامی شریعت نے مساوات مرد وزن کے اس عام نظریہ کے ساتھ ساتھ مرد کو عورت کے مقابلہ میں ایک خصوصیت بھی عطا کی ہے اور اسے ایک برتری بخشی ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہوتا ہے:۔

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (البقرہ : ۲۲۸) "اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے"

اس خصوصیت اور برتری کی حدود قرآن نے ایک اور جگہ اس طرح واضح فرمائی ہیں:۔

اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ - (النساء : ۳۴)

"مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس لیے کہ بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر اور اس واسطے کہ خرچ کیے انہوں نے اپنے مال"

مطلب یہ ہے کہ یہ برتری ان کی مشترک زندگی میں سرداری اور حاکمیت کی برتری ہے۔

یہ ایک واضح بات ہے کہ جب مرد شرعاً اپنے اہل کے نان نفقہ، اولاد کی تربیت اور خاندان کے تمام امور کا پہلا ذمہ دار ہے تو اسی کو سرداری اور برتری کا مقام بھی حاصل ہونا چاہیے۔ اس کی ان ذمہ داریوں کا یہ تقاضا ہے کہ اسے ذمہ دارانہ مقام حاصل رہے اور اس کی بات کا وزن ہو۔ اس لحاظ سے مرد کا یہ اقتدار اس کی ذمہ داریوں کے مقابلے میں ہے تاکہ وہ انہیں بخوبی ادا کر سکے۔ شریعت کا ایک عام قاعدہ ہے۔ السلطة بالمسئولية۔ بڑائی اور اقتدار ذمہ داریوں کے لحاظ سے ہے۔ مرد کی برتری کے اس اصول میں اس قاعدہ کی صحیح اور دقیق تطبیق نظر آتی ہے۔ یہی بات ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته۔ امام اپنی سلطنت کا راعی ہے اور اس پر

اپنی رعیت کی ذمہ داری ہے۔ مرد گھر کا راعی ہے اور وہ اپنی رعیت کا ذمہ دار ہے۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی راعیہ ہے اور اس پر اس کی رعیت کی ذمہ داری ہے۔

مردوں کی عورتوں پر یہ برتری اور فضیلت ان کے مشترک امور کے لحاظ سے ہے ورنہ عورت کے ذاتی اور خاص معاملات میں اس کا کوئی دخل نہیں۔ وہ بلاشرکت غیرے اپنے کچھ حقوق رکھتی ہے اور اس میں تصرف کی مجاز ہے۔ کسی مرد کو خواہ وہ شوہر ہو یا باپ نہ اس پر نگرانی کا حق ہے نہ وہ اس میں کوئی دخل دے سکتا ہے۔

اسلامی شریعت میں مساوات مرد وزن کا یہ اصول اس کی ابتدا سے یعنی کوئی تیرہ سو سال سے موجود ہے۔ شریعت نے ایسے وقت اور ایسے حالات میں حقوق وواجبات میں مساوات کے اس اصول کو پیش فرمایا جب کہ دنیا کے لیے یہ نظریہ بڑا ہی اجنبی تھا اور وہ اسے ماننے کے لیے تیار نہ تھی۔ اس لحاظ سے یہ اصول کچھ سوسائٹی کے حالات وضروریات کی پیداوار نہیں بلکہ ایک کامل اور دائمی شریعت کے مزاج کا تقاضا تھا۔

یہ حقیقت کہ قوانین موضوعہ نے انیسویں صدی میں چل کر یہ اصول تسلیم کیا ہے شریعت کی رفعت وبلندی کی واضح دلیل ہے۔ بلکہ بعض قوانین میں اب بھی یہ خامی ہے کہ وہ عورتوں کو ان کے خاص معاملات میں بھی مردوں کی اجازت کا پابند رکھتے ہیں اور آزادانہ تصرف کی اجازت نہیں دیتے۔

ہم بڑی آسانی کے ساتھ یہ دیکھ سکتے ہیں کہ ان نصوص میں کتنی عمومیت اور کیسی لچک ہے۔ اور کس طرح یہ ہر حال اور ہر مسئلہ میں کارآمد ہو سکتی ہیں۔ اس کے ساتھ ان کے کمال اور رفعت وبلندی کو بھی نگاہ میں رکھیے۔ ہم پورے زور کے ساتھ کہہ سکیں گے کہ شریعت کی نصوص میں کسی ترمیم وتبدیلی کی نہ گنجائش ہے نہ حاجت۔

۲۳۔ **نظریۂ حریت** | شریعت کے بنیادی اصولوں میں سے ایک اس کا نظریۂ حریت ہے، جسے اس نے انتہائی بہترین انداز میں پیش کیا ہے۔ شریعت تمام انسانوں کو فکر وضمیر، عقیدہ واعتقاد اور قول واظہار کی پوری آزادی دیتی ہے۔ ذیل میں ہم ان تینوں شعبوں پر یکے بعد دیگرے بحث کریں گے۔